مولانا ابوریحان سیالکوٹی

تحقیق و تنقید

مظہری مغالطے

(قسط ۳)

کسی دوسرے مجتہد کی تقلید اس کے لیے جائز نہیں۔" لہذا یہاں تو حضرت معاویہؓ وغیرہ پر حضرت علی کے اجتہاد کی پیروی لازم ہونے نہ ہونے کا فیصلہ حضرت علیؓ کے ہی مذہب کی روشنی میں ہوگا نہ کہ کسی اور کے مذہب کی روشنی میں۔ اور ان کے مذہب کی روشنی میں حضرت معاویہؓ پر ان کی پیروی لازم نہیں ٹھہرتی۔

دوم اس لیے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے اس استنباط کے مطابق بھی زیادہ سے زیادہ اس مسئلہ میں دو مذہب ہوئے ایک حضرت علیؓ کا اور دوسرا حضرت عثمانؓ وغیرہ کا۔ حضرت معاویہؓ بھی چونکہ ایک جلیل القدر صحابیؓ مجتہد تھے اس لیے ان کو ان میں جیسے ایک تیسرے کے قول کے اضافہ کا حق تھا ایسے ہی انہی دو مذہبوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا بھی پورا حق تھا۔ سو انھوں نے اپنا یہ حق بروئے کار لاتے ہوئے حضرت علیؓ والا مذہب اختیار کر لیا۔

قاضی صاحب ہی فرمائیں کہ حضرت علیؓ والا مذہب اختیار کر کے حضرت معاویہؓ نے غلط کیا یا صحیح؟ اگر صحیح کیا تو پھر ان پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی کیسے لازم ہوئی؟ اور اگر غلط کیا تو یہ غلط تبھی ہو سکتا ہے جبکہ خود حضرت علیؓ والا مذہب ہی غلط ہو۔ لہذا حضرت معاویہؓ کو اس معاملہ میں غلط کہنے سے پہلے قاضی صاحب کو چاہیے کہ حضرت علیؓ کے مذہب کو غلط کہنے کی جرأت دکھائیں۔

اس لحاظ سے تو حضرت معاویہؓ کی طرف قاضی صاحب کا یہ الزام سرے سے متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے بقول اگر بالفرض حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی ہی پیروی لازم تھی تو کہا جا سکتا ہے کہ پھر انھوں نے اپنے...... موقف میں ان کے اجتہاد کی پیروی کی تھی کہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی پیروی لازم ہونے نہ ہونے میں انہی کے اجتہاد پر عمل کیا تھا حضرت علیؓ کے مذہب پر عمل کرنے کا ہی نتیجہ تھا۔ حضرت معاویہؓ خود مجتہد تھے، حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی کی کیا صورت ہونی چاہیے؟ یہ متعین کرنا انہی کا کام تھا اس معاملہ میں وہ قاضی صاحب کی ہدایات کے نہ محتاج تھے نہ پابند۔ پیروی کی جو صورت انھوں نے اختیار کی اس کو حضرت علیؓ کی پیروی ہی کہا جائے اگرچہ قاضی صاحب کتنے ہی پیچ و تاب کیوں نہ کھائیں۔

سوم ملا علی قاری رحمہ اللہ کا یہ استنباط قاضی صاحب کو اس لیے مفید نہیں کہ حضرت عثمانؓ وغیرہ کا مذہب بھی انھوں نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ ایک مجتہد اپنا اجتہاد چھوڑ کر دوسرے مجتہد کی پیروی کر سکتا ہے، یہ نہیں کہ دوسرے مجتہد کی پیروی کرنا لازم ہے۔ تو اس دوسرے مذہب کی رُو سے بھی حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی صرف جائز تھی لازم ہرگز نہ تھی، جبکہ قاضی صاحب کا یہ دعویٰ تو یہ ہے کہ "از روئے نص قرآنی ان

پر حضرت علیؓ کی پیروی لازم تھی۔ کہاں صرف "جائز" اور کہاں ازروئے نص قرآنی لازم۔؟"

چہارم اس لیے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایت میں باب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کی ہو رہی ہے۔ قاضی صاحب کے بقول اگر قرآن کے موعود خلیفہ راشد کے اجتہاد کی پیروی دوسروں پر لازم قرار دی جائے تو پھر خود حضرت علیؓ پر بھی حضرات شیخین کی پیروی لازم تھی کیونکہ یہ دونوں حضرات بھی قرآن کے موعودِ خلیفہ راشد ہی تھے اور حضرت علیؓ سے بڑھ کر تھے۔ لیکن حضرت علیؓ نے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے پوچھنے پر سیرت شیخین کی پیروی کا اقرار کرنے کی بجائے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ لہذا جو الزام قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ کو دے رہے ہیں وہی الزام اس روایت کی رُو سے حضرت علیؓ پر بھی آ رہا ہے، تو جو جواب قاضی صاحب یہاں دیتے ہیں وہی جواب وہاں بھی کیوں فرض نہیں کر لیتے؟ آخر دل میں کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

مغالطہ نمبر ۲۰

میں نے صحابہؓ کے ذکر بالخیر کی انواع و اقسام بیان کرتے ہوئے ضمناً ایک بات یہ لکھی تھی کہ عباسی دور میں حضرت معاویہؓ کے بارے میں غیر تور ہے ایک طرف اپنے بھی چونکہ حدودِ تسنن سے تجاوز کیے چلے جا رہے تھے اس لیے اہلِ سُنّت نے ان کے صفینی اجتہادی موقف کے بارے میں مسلک اہلِ سُنّت کی آخری حد بیان کر دی تاکہ آخری بات جو اس سلسلے میں کہی جا سکتی ہے وہ خطا اجتہادی ہے اس سے آگے سُنّی حد سے تجاوز ہے۔

قاضی صاحب اپنے تبصرہ کی چھٹی قسط میں میری اس بات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ابو ریحان صاحب بھی بڑے بھولے بھالے ثابت ہوئے ہیں، اگر مسلک اہلِ سُنّت کی حد بندی اجتہادی خطاء کے قول سے ہی ہو سکتی تو کیا حد بندی بغیر بنانے اور بتانے کے ہو سکے گی۔ اگر حد بندی کا اعلان کرنا ہے تو پہلے بنانا پڑے گا پھر بتانا پڑے گا کہ بغیر دلیل کے کوئی خصم کے مقابلہ میں پیش کی جا سکتی ہے۔" (ماہنامہ حق چار یار" جولائی ۱۹۹۲ء صفحہ ۴۶)

قاضی صاحب نے یہاں جو یہ کہا ہے کہ حد بندی کا اعلان کرنا ہے تو پہلے بنانا پڑے گا کہ پھر بتانا پڑے گا۔" یہ خالص ان کی اپنی گھڑنت ہے کوئی سُنّی ضابطہ یا اجتہادی و فقہی قاعدہ یا تفسیری و حدیثی اصول ہرگز نہیں ہے۔ دیکھیے قرآنِ کریم نے حالتِ اضطرار میں مردار اور خنزیر وغیرہ کھانے کی حد بندی کا اعلان غیر باغ ولا عاد سے کیا، اس کو کسی ایک خصم کے مقابلہ میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں پیش کیا لیکن اس سے پہلے کسی کو اتنی مقدار کا مردار خنزیر خور ہرگز ہرگز نہ بنایا اور نہ بتایا۔ فقہاء کرام نے مسائل کی تحقیق و تنقیح میں ان کی حلت و حرمت، فرض و واجب، سنت و استحباب، جواز و عدم جواز اور کراہت و عدم کراہت کی حد بندیوں کا اعلان کیا لیکن اس سے پہلے کسی کو ان حدوں کا بالفعل مرتکب نہ بنایا نہ بتایا۔ تو کیا قاضی صاحب کے نزدیک وہ سب فقہاء بھی ابو ریحان کی طرح بھولے بھالے ہی تھے؟

اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت اس کا ملاحظہ ہو کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ حضرت حسینؓ کے کربلائی اجتہادی موقف کو صحیح سمجھتے ہوئے بھی اُن کے بارے میں آخری بات کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"زیادہ سے زیادہ اگر کوئی کہہ سکتا ہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت امامؓ نے اس مسئلہ میں غلطی کی، لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور درستی بھی الخ
(مکتوب گرامی در اثبات شہادت امام حسینؓ و کردار یزید صفحہ ۹۲، ۸۵)

دیکھیے! حضرت حسینؓ کے اجتہادی موقف کے بارے میں مسلکِ اہل سُنّت کی رُو سے آخری بات جو کہی جا سکتی ہے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے خطاء اجتہادی سے اس کی حد بندی کا اعلان تو کر دیا ہے لیکن اس سے پہلے ان کو مخطی نہ بنایا ہے نہ بتایا ہے بلکہ اُلٹا از روئے اصول و قواعد اس کا صحیح ہونا بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حتیٰ کہ خود قاضی صاحب نے ہی اسی مکتوبِ گرامی کے مقدمہ میں یہ تصریح کر دی ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے یہ بالفرض لکھا ہے حضرت حسینؓ سے اجتہادی خطا ہو سکتی ہے ورنہ وہ خود ان کے اجتہاد کو صحیح ہی سمجھتے ہیں۔ (مقدمہ مکتوبِ مذکورہ صفحہ ۳۴) حالانکہ قاضی صاحب کی اس گھڑنت کے مطابق حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو اس حد بندی کے اعلان سے پہلے حضرت حسینؓ کو مخطی بنانا پھر بتانا چاہیے تھا۔ لیکن قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ انھوں نے ایسا نہیں فرمایا۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کسی مجتہد کے اجتہادی موقف کے بارے میں کہی جا سکنے والی آخری بات کی حد بندی کا اعلان کرنے کے لیے پہلے اس کو کچھ بنانا پھر بتانا ہرگز ہرگز ضروری نہیں ہے یہ محض قاضی صاحب کی اپنی ایک گھڑنت ہے اور بس۔

جو کچھ یہاں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے حضرت حسینؓ کی جتہادی خطا سے متعلق فرمایا ہے بالکل وہی کچھ میں نے حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا سے متعلق کہا تھا لیکن مجھے تو اس پر مظہری دربار سے "بھولے بھالے" کا خطاب ملا تھا اب دیکھیے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے لیے قاضی صاحب کیا خطاب تجویز کرتے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۲۱، ۲۲: آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"میں نے بھی تو مسلک اہلِ سُنّت کی حد بندی کرتے ہوئے ہی یہ لکھا تھا کہ جنگِ صفین، اجتہادی خطا پر مبنی ہے، اس سے تجاوز خطرناک ہے--- ہمیں حضرت معاویہؓ کو فقیہ اور مجتہد قرار دیتے ہوئے خطاء اجتہادی سے زائد اور کوئی حکم لگانے کا حق نہیں پہونچتا۔" (ملخصاً بلفظہ صفحہ ۷۴)

یہاں قاضی صاحب نے اکٹھے دو مغالطے دیے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انھوں نے یہ تاثر دیا ہے کہ ہمارا اعتراض ان کی اس حد بندی پر ہے۔ ہم نے بقول ان کے سیکڑوں صفحات ان کی اس حد بندی کے در میں ہی سیاہ کیے ہیں اور دوسرا مغالطہ یہ کہ اُنھوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہؓ کے سلسلہ میں مسلک اہل سُنّت کی اس حد سے تجاوز نہیں کیا۔ حالانکہ قاضی صاحب کی یہ دونوں ہی باتیں بالکل غلط ہیں۔ نہ ہم نے ان کی اس حد

بندی پر اعتراض کیا اور نہ ہی وہ مسلک اہل سُنّت کی اس حد کے پابند ہی رہے ہیں - ہمارا اعتراض ان کے اسی تجاوز عن الحد پر ہے جس کو وہ خطرناک کہہ رہے ہیں- اہل سُنّت کے ان اصولِ اربعہ کی مخالفت پر ہے جن سے ہم نے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے اس پر پہلے بھی ہم تنبیہ کر چکے ہیں-

مغالطہ نمبر ۲۳: آگے "ایک ریحانی چٹکلہ" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں کہ:

> "ابوریحان، خطأ اجتہادی کو مسلکِ اہلِ سنت کی آخری حد بھی کہتا ہے اور اس کو ناقص و ادھورا ذکر خیر بھی بتاتا ہے- اس کا تو مطلب یہی ہوا کہ تمام اہلِ سنت نے اجتماعی طور پر حضرت معاویہؓ کے لیے ناقص اور ادھورا ذکر خیر کو جائز قرار دیا ہے گویا کہ وہ من وجہ ان کی تنقیص شان کے مرتکب ہوئے ہیں (العیاذ باللہ) یہ ہیں حضرت معاویہؓ کے نادان حامی-"
>
> (ملخصا بلفظہ صفحہ ۴۷)

میں نے اس سلسلے میں کیا لکھا ہے اور کیا نہیں لکھا؟ یہ تو قارئین میری کتاب میں ہی از صفحہ ۴۰۲ تا صفحہ ۴۱۱ ملاحظہ فرمائیں میں نے صرف وہی ایک گذارش نہ کی تھی جس کو لے کر قاضی صاحب نے ایک چٹکی میں ریحانی چٹکلہ مرتب کر ڈالا بلکہ اس کے علاوہ چار گذارشیں اور بھی تھیں جن میں سے پہلی گذراش تو بہت ہی اہم اور اصل الاصول تھی، قاضی صاحب ان سب کو ہضم کر گئے- یہاں ان کے اعادے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت، یہاں تو میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قاضی صاحب کو میری کس بات سے انکار ہے؟ حضرت معاویہؓ کے صفینی اجتہادی موقف کے سلسلے میں خطاء اجتہادی کو مسلک اہل سُنّت کی آخری حد کہنے سے یا اس کو ناقص و ادھورا ذکرِ خیر کہنے سے؟ اگر خطا اجتہادی کے آخری حد ہونے سے انکار ہے تو پھر وہی ذرا یہ بھی بتائیں کہ:

الف: پھر اس سلسلہ میں میں مسلک اہلِ سُنّت کی آخری حد اس کے سوا اور کیا ہے؟

ب: پھر انھوں نے اس سلسلہ میں اجتہادی خطا سے تجاوز کو خطرناک کیوں کہا؟ (خارجی فتنہ صفحہ ۴۲۸)

ج: پھر انھوں نے یہ کیوں لکھا کہ "ہمیں صحابہ کرامؓ اور حضرت معاویہؓ پر خطاء اجتہادی سے زائد کوئی حکم لگانے کا حق نہیں پہونچتا؟" (خارجی فتنہ صفحہ ۵۸۳/ج:۱)

د: پھر انھوں نے صحابہ کرامؓ کو معصیتہ، گناہ، سخت نافرمانی، قرآن و حدیث کی خلاف ورزی اور اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت وغیرہ وغیرہ کا مرتکب بنا کر پھر اس کی مراد خطااجتہادی سے کیوں بیان کی- جو الفاظ صحابہ کرامؓ کے اجتہادی مواقف کے لیے انھوں نے استعمال کیے تھے، ان کے نزدیک از روئے نص قرآنی جب ان کا اصل حکم یہی تھا اور اجتہادی مسلک اہلِ سنت کی آخری حد بھی نہ تھی تو پھر انھوں نے ان الفاظ کا اپنا اصلی معنی ہی مراد کیوں نہ لیا- ہر جگہ بات خطأ اجتہادی پر ہی لا کر کیوں ختم کی؟

ہ: اگر اجتہادیات میں "خطاء اجتہادی" مسلک اہلِ سنت کی آخری حد نہیں تو پھر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے

حضرت حسینؓ کے اجتہادی موقف کے بارے میں غایة ما فی الباب اور زیادہ سے زیادہ کہی جاسکنے والی بات کو خطاء اجتہادی پر ہی کیوں ختم کر دیا؟

اور اگر قاضی صاحب کو انکار میری دوسری بات یعنی خطاً اجتہادی کے ناقص ذکرِ خیر ہونے سے ہے تو پھر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ:

الف: حضرت معاویہؓ کی خطاً اجتہادی کا ذکر اگر ان کا ناقص ذکر خیر نہیں تو حضرت مجدد رحمہ اللہ صاحب سرہندی ؒنے اس کو زبان پر لانے کیوں منع کیا؟ (خارجی فتنہ صفحہ ۳۸۹/ج:۱)

ب: اگر یہ ناقص ذکر خیر نہیں تو شیخ اسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے بقول ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے "المجتهد يخطى و يصيب" کے مدلول کو صحیح جانتے ہوئے بھی کسی مجتہد کے بارے میں جھٹ پٹ مخطی کا لفظ استعمال کرنا، نازیبا اور خلاف احتیاط کیوں سمجھا؟ (ہدیہ سنیہ صفحہ ۴۰)

ج: اگر اس کا ذکر مجتہد کا ناقص ذکرِ خیر نہیں تو اس سے اس کا ایک اجر کم کیوں ہو جاتا ہے؟

د: اگر یہ ناقص ذکر خیر نہیں تو اس کو حضرت علیؓ کے حق میں برداشت کیوں نہیں کرتے، ان کے حق میں آپ اس کو ان پر تنقید قرار کیوں دیتے ہیں؟ (خارجی فتنہ صفحہ: ۵۶۱/ج۱)

ہ: اگر یہ ناقص ذکرِ خیر نہیں تو پھر آپ چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کو ان کے خلافتی اجتہادوں میں احتمالِ خطا سے مستثنیٰ قرار دینے پر ایڑی چوٹی کا زور کیوں لگاتے ہیں؟ (ماہنامہ حق چاریار مئی ۱۹۹۲ء صفحہ ۲۶، و مارچ ۱۹۹۳ء صفحہ ۲۷)

پھر میں نے خطاء اجتہادی کے ذکر کو ایک طرف اگر ناقص ذکرِ خیر کہا ہے تو دوسری طرف اس کو مسلک اہل سُنّت کی آخری حد بھی بتایا ہے اہلِ سُنّت کا عینِ مسلک نہیں بتایا۔ اور کسی چیز کی آخری حد کا ناقص و خطرناک ہونا کوئی انھونی بات نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تغییر منکر کے آخری درجہ کو "وذالک اضعف الایمان" (۳) فرمایا۔ مشتبہات سے متعلق چراگاہ والی مثال میں کسی چراگاہ کے ارد گرد چرنے کو خطرناک قرار دیا ہے۔ (۴) لزومِ جماعت کے سلسلہ میں بھیڑیئے والی مثال میں ریوڑ کے کنارے کنارے رہنے والی بکری کو بھیڑیئے کی دست بُرد سے غیر محفوظ بتلایا۔ (۵) مگر قاضی صاحب نے اس سے بھی یہ بھیانک مطلب نکال لیا کہ تمام اہلِ سُنّت نے اجتماعی طور حضرت معاویہؓ کے لیے ناقص ذکرِ خیر کو جائز قرار دے دیا ہے۔ گویا وہ من وجہ ان کی تنقیصِ شان کے مرتکب ہوئے ہیں۔ پھر مجھ پر حضرت معاویہؓ کے نادان حامی ہونے کی پھبتی اڑا دی۔ لیکن اس کے مقابلہ میں خود ان کا اپنا حال ملاحظہ ہو کہ انھوں نے ایک طرف صرف حضرت معاویہؓ کی خطا اجتہادی کو ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ حضرت علیؓ کے صوابِ اجتہادی کو بھی مسلکِ اہلِ سُنّت کی صرف آخری حد ہی نہیں بلکہ اہلِ سُنّت کا عین مسلک

۳- صحیح مسلم صفحہ ۵۱/ج:۱ ۴- صحاح ستہ: بخاری صفحہ: ۱۳/ج:۱، ترمذی صفحہ: ۱۷۹/ج۱

۵- مشکوٰۃ صفحہ ۳۱-

بلکہ قوی ترین، مقبول ترین اور راجح ترین مسلک قرار دیا ہے اور دوسری طرف اس خطاً و صواب دونوں کے ذکر کو صحابہؓ سے بدظنی کا باعث بھی گردانا ہے۔ (۶) اب اگر میں بھی انہی کی زبان میں بات کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ:

"اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ تمام اہلِ سنت نے اجتماعی طور پر حضرت معاویہؓ کے لیے ہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ کے لیے بھی ان سے بدظن کرنے والے ذکر کو نہ صرف یہ کہ جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کو اپنا قوی ترین، مقبول ترین اور راجح ترین عقیدہ و مسلک تک بنا لیا ہے۔ گویا تمام اہلِ سُنّت من وجہ ہی نہیں بلکہ من کل الوجوہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ دونوں سے ہی بدظنی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (العیاذ باللہ) یہ ہیں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کے ہی نادان حامی بلکہ مسلکِ اہلِ سُنّت کے نادان ترجمان اور صحابہ کرامؓ کے نادان وکیل۔"

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

(خارجی فتنہ صفحہ ۱۷۲/ج:۱)

آگے مظہری تبصرہ کی ساتویں قسط شروع ہوتی ہے جو ماہنامہ "حق چار یار" کے شمارہ صفر ۱۴۱۳ھ مطابق اگست ۱۹۹۲ء میں صفحہ ۲۳ سے صفحہ ۳۴ تک شائع ہوئی ہے۔

مغالطہ نمبر ۲۴:

مجھ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ "اگر خطاً اجتہادی ناقص ذکرِ خیر ہے تو ابوریحان بتائے کہ پھر حضرت معاویہؓ کے بارے میں آخری حد کیا ہے جس سے پورا اور کامل ذکرِ خیر کیا جاسکے۔" (ملخصاً بلفظہ صفحہ ۲۳)

اس سوال کا ایک جواب تو قاضی صاحب کے ہی مزاج کے مطابق یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کامل ذکرِ خیر کی آخری حد وہی ہے جو جملی و صفینی موقف میں حضرت علیؓ کے لیے، کربلائی موقف میں حضرت حسینؓ کے لیے اور واقعہ حرہ میں اہلِ مدینہ کے لیے آپ نے تجویز کی ہوئی ہے چلیے اس سے ذرا نیچے آجائیے۔ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کاملِ ذکرِ خیر کی آخری حد وہ ہے جو ان کو باغی، طاغی، عاصی، آثم، جائر، علی الباطل اور لم یکن علی الرشد وغیرہ وغیرہ کہنے والوں کے لیے ان کے یہ کچھ کہنے میں آپ نے تجویز کر رکھی ہے۔ چلیے اس سے بھی ذرا نیچے آجائیے، میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں کامل ذکرِ خیر کی آخری حد وہ ہے جو آپ نے مسلکِ اہلِ سنت کی ترجمانی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وکالت میں اپنے لیے تجویز کر رکھی ہے۔ آپ سے بھی تو اس سلسلے میں ساری زندگی میں کبھی کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ تو کیا پھر آپ نے غلطی و خطاً والا اپنا ذکرِ خیر کبھی کسی سے برداشت کیا یا اپنا ایسا ذکرِ خیر کرنے والے کے پیچھے آپ ہمیشہ لٹھ لیے ہی پڑا کیے؟

(باقی آئندہ)

۶- خارجی فتنہ صفحہ: ۷۹ ۳/ج:۱ و کشف خارجیت صفحہ: ۳۵۲